تبصرۂ کتب

بوسنیا ہرزیگوینا میں اجتماعی عصمت دری کے واقعات

تبصرہ: بوس جینسن *

تلخیص: وجیہ احمد صدیقی

نام کتاب : اجتماعی عصمت دری: بوسنیا ہرزیگووینا کی خواتین کے ساتھ جنگ

Mass Rap: The War Against Women in Bosnia-Herzegovina, Edited by Alexender Stiglmayer (Trans Marion Faber), University of Nebraska Press, Lincoln, Nebraska, 1994, 232 pp.

۱۹۹۳ء میں جرمن خاتون صحافی الیگزنڈر اسٹیگل مائر نے بوسنیا ہرزیگووینا میں بڑے پیمانے پر ہونے والی خواتین کی جبریہ عصمت دری پر کتاب شائع کی۔ اس کتاب کے انگریزی ترجمہ میں کئی نئے مضامین بھی شامل کیے گئے ہیں۔ باوجود یہ کہ سابق یوگوسلاویہ کے ممالک کے حالات میں تیزی سے کئی تبدیلیاں آ رہی ہیں۔ کتاب ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ واضح رہے کہ یہ کتاب ڈیٹن امن معاہدے سے قبل لکھی گئی ہے۔ لہذا ہم جنگ کا ذکر کرنے کے لیے ماضی کا صیغہ استعمال کریں گے۔ حالانکہ بہت سی غیر یقینی کیفیات اب بھی برقرار ہیں۔

جبریہ عصمت دری کے واقعات کی پہلی اطلاع کروشیا کے مہاجر کیمپ سے ملی۔ جہاں دماغی امراض کے ماہرین مصروفِ کار تھے۔ ایسی ہی مزید معلومات ان ماہرین کو بوسنیا کی جنگ میں اپریل ۱۹۹۲ء کو ملیں۔ ۱۹۹۲ء کے آخر میں ذرائع ابلاغ نے عالمی برادری کی توجہ اس عظیم سانحے کی طرف دلائی تاکہ جبر کے نتیجے میں اپنی عصمت گنوانے والی خواتین کا نفسیاتی و ذہنی علاج کیا جا سکے۔ یہ کام اتنا آسان اس لیے نہیں تھا کہ ایسی خواتین کی شناخت کرنا بہت مشکل تھا۔ وہ خود اس کے بارے میں بتانے کو تیار نہیں تھیں۔ جبریہ عصمت دری کا شکار ہونے والی خواتین کی تعداد ۲۰ ہزار سے ۶۰ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ لہذا دوران جنگ

* Buus Jensen, "Book Reviews", *Archives of Sexual Behaviour,* Vol. 27, No. 3, 1998.

نفسیاتی علاج کی ایمر جنسی نافذ کی گئی تاکہ جبر کا شکار ہونے والی خواتین کو صدمے سے باہر نکالا جائے۔

جنوری ۱۹۹۵ء میں نفسیاتی و دماغی صحت کے تقریباً ۲۰۰ پروجیکٹ شروع کیے گئے جن میں سے بیشتر بچوں اور خواتین کی مدد کے لیے تھے۔ حالیہ مطالعہ ان خواتین کے بارے میں تھا جو کئی بار جبریہ عصمت دری کا شکار بنی تھیں۔ ۲۲۰۰ خواتین میں سے ۳ فی صد نے نفسیاتی انٹرویو میں بتایا کہ ان کے ساتھ ایک سے زائد بار جبر کیا گیا۔ یہ بات بھی نوٹ کی گئی کہ ۲۰ فی صد خواتین اس قدر خوفزدہ تھیں کہ انہوں نے جبریہ عصمت دری سے متعلق کسی بھی سوال کا جواب نہیں دیا۔

یہ ممکن ہے کہ آئندہ آنے والے عرصے میں ہم پر اس سانحے کے مزید حقائق واضح ہوتے چلے جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم ان سوالوں کے بالکل درست جواب حاصل نہ کر سکیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جبریہ عصمت دری کے واقعات کی تعداد کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا جنگی پروپیگنڈے کا حصہ ہوتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ کچھ علاقوں میں بڑے پیمانے پر جبریہ عصمت دری کے واقعات ہوئے ہیں۔ جو دانستہ اور منظم طریقے سے انجام دیے گئے ہیں۔ اور یہ سب کچھ اگلے محاذوں پر دونوں اطراف میں ہوا ہے۔

جبریہ عصمت دری کا شکار ہونے والی خواتین کی تعداد ۶۰ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ لہذا دوران جنگ نفسیاتی علاج کی ایمر جنسی نافذ کی گئی تاکہ جبر کا شکار ہونے والی خواتین کو صدمے سے باہر نکالا جائے۔

اسٹیگل مائر نے اپنی کتاب کے کلیدی مضمون میں جو شہادتیں دی ہیں ان کی وجہ سے کتاب بہت معتبر ہو گئی ہے۔ کیونکہ اس میں تمام اعداد و شمار شامل ہیں۔ ان دستاویزی ثبوتوں سے کتاب کی اہمیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اسٹیگل مائر نے اس سانحے کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالی ہے اس نے ایک مضمون بلقان کی تاریخ پر بھی لکھا ہے جس سے اس پیچیدہ صورت حال کی تصویر واضح ہو گئی ہے۔ مضمون نگار نے خواتین اور بوسنیائی مسلمانوں کی حمایت کی ہے اور سب سے پہلے صفحے پر یہ تحریر کیا ہے کہ ''عالمی برادری کے ''انصاف اور سچ'' پر سے میرا اعتماد اٹھ گیا ہے''۔ اسی طرح قانون دان رہونڈا کویلین نے اپنے مضمون میں جنسی طور پر ہراساں کرنے اور جبریہ عصمت دری کو جنگی جرائم میں شامل کیا ہے اور اس کے لیے مضبوط دلائل دیے ہیں۔ ماہرین کے مطابق جنسی جبر اور انسانی حقوق کے درمیان واضح طور پر ایک ربط موجود

ہے۔اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے انسان کی ذہنی صحت پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں اور کیا حقوق انسانی کی خلاف ورزی کا یہ عمل انسانی ذہن کے لیے ''انفکشن'' کا کام نہیں دیتا۔اس سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ صدمہ ایک نارمل انسان کو بیماری کی طرف لے جاتا ہے، اور کسی عورت کو جنسی طور پر ہراساں کرنا اس کے ساتھ جنگ کرنا ہے اور اسے صدمے یا خوف میں مبتلا کرنا ہے۔

> جب تک ہمیں ان واقعات کا مکمل علم نہیں ہوگا ہم اس ظلم کی شکار خواتین اور بچوں کا علاج نہیں کر سکیں گے۔ ہمارا خیال ہے کہ جنسی جبر اور ظلم کی شکار کئی خواتین اپنے اوپر ڈھائے جانے والے ظلم کا ثبوت بھی نہیں دے سکتیں۔

کتاب میں مردوں کو بھی جنسی طور پر ہراساں اور دہشت زدہ کرنے کے ثبوت پیش کیے گئے ہیں۔ان میں زیادہ تر عقوبت گاہوں کے قیدی تھے۔ان کے ساتھ جو ظلم کیا گیا ان میں ان کے جنسی اعضاء پر تشدد اور عام لوگوں اور دوسرے قیدیوں نے یہ بتایا کہ ان کے ساتھ جبریہ بدفعلی کی گئی اور یہ جنسی تشدد عام لوگوں اور دوسرے قیدیوں کے سامنے کیا گیا۔ دہشت زدہ کرنے کے علاوہ نسلی منافرت کا اظہار بھی کیا گیا۔مثال کے طور پر مردوں کو ہمیشہ کے لیے نامرد بنانے کی دھمکی دی گئی تاکہ ان کی نسل نہ بڑھ سکے۔اور اس کے نتیجے میں وہ افراد شدید قسم کے نفسیاتی دباؤ میں مبتلا ہو گئے۔

کتاب میں سب سے کمزور پہلو علاج کا نظر آتا ہے۔جس میں محض روایتی علاج کا تذکرہ ہے مسائل کا مکمل تجزیہ علاج کے حوالے سے نظر نہیں آتا۔معالجانہ طریقوں کا انسانی حقوق کے ساتھ ربط ہونا چاہیے۔

(مبصر کا کہنا ہے) خواتین کی جبریہ عصمت دری کا تذکرہ جنگی پروپیگنڈے کے طور پر ذرائع ابلاغ اور خواتین کے حقوق کے علمبردار چند گروہ کرتے ہیں جن کا ایجنڈا ہے کہ ان کی بہنوں پر ظلم ہوا ہے لیکن اس پروپیگنڈے کا کیا فائدہ ہے آج تک کوئی نہیں بیان کر سکا ہے۔

منظم تشدد کا شکار ہونے والوں کا علاج اور بحالی ایک اہم مسئلہ ہے کہ ایک بے مقصد ظلم کا بامقصد علاج کیا جائے۔جنسی جبر کا شکار ہونے والی خواتین اور بچوں کی نفسیاتی بحالی کے لیے کئی نفسیاتی پروجیکٹس

شروع کیے جائیں۔ جب تک ہمیں ان واقعات کا مکمل علم نہیں ہوگا ہم اس ظلم کی شکار خواتین اور بچوں کا علاج نہیں کر سکیں گے۔ ہمارا خیال ہے کہ جنسی جبر اور ظلم کی شکار کئی خواتین اپنے اوپر ڈھائے جانے والے ظلم کا ثبوت بھی نہیں دے سکتیں۔

[تبصرہ نگار بوس جینسن ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے شعبہ دماغی و نفسیاتی امراض کے کروشیا آفس زغرب میں کام کرتے ہیں۔ مدیر]